تحقیق و تنقید

جناب عبدالرؤف ظفر

مسئلہ قربانی کی شرعی حیثیت

اس مضمون کی پہلی قسط گذشتہ سال ذوالحجہ ۱۴۰۲ھ کے محدث میں شائع ہوئی تھی لیکن مسودہ گم ہو جانے کی وجہ سے اس کی تکمیل نہ ہو سکی تھی، چنانچہ صاحب مضمون سے اسے دوبارہ حاصل کیا گیا اور اب موقع کی مناسبت سے اس کی دوسری قسط ہدیۂ قارئین ہے --- بہر حال اس مضمون کو محدث جلد ۱۳ عدد ۱۲ (ذوالحجہ ۱۴۰۳ھ) کے آخری مضمون سے ملا کر پڑھا جائے تو اس کی تکمیل ہو جائے گی۔ (ادارہ)

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشاداتِ عالیہ کے مقابلے میں کوئی صحابی کسی بڑے سے بڑے قول کو کوئی وقعت نہیں دیتا تھا۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضؓ، جن کے سنتِ نبوی ﷺ کے گرویدہ ہونے کی شہادت پروفیسر موصوف نے بھی اپنے مضمون میں دی ہے، کے سامنے ایک شامی شخص نے حج تمتع کے بارے میں پوچھا تو فرمایا "آنحضرت ﷺ نے اس کو درست کہا ہے" تو اس شخص نے کہا:

"اِنَّ اَبَاکَ قَدْ نَھٰی عَنْھَا"

"آپ کے باپ نے اس سے روکا ہے"

اس شخص کو حضرت عبداللہ بن عمر رضؓ نے جو جواب دیا، وہ آبِ زر سے لکھنے کے قابل ہے، انہوں نے فرمایا:

"اَرَاَیْتَ اِنْ کَانَ اَبِیْ نَھٰی عَنْھَا وَصَنَعَھَا رَسُوْلُ اللّٰہِ

أَ أَمْرُ أَبِي يُتَّبَعُ أَمْ أَمْرُ رَسُولِ اللّٰهِ؟"

"آپ کا کیا خیال ہے، اگر میرے باپ نے اس سے منع کیا، جبکہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسے کیا ہے، تو میرے باپ کے حکم کی اطاعت کی جائے گی یا آں حضرت کے حکم کی؟"

اس شخص نے کہا: "آنحضرت کے حکم کی اطاعت کی جائے گی" تو حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا:

"لَقَدْ صَنَعَهَا رَسُولُ اللّٰهِ"

"آں حضرتؐ نے ایسا کیا ہے"[1]

ابن عمرؓ ہی سے روایت ہے کہ انہیں کسی نے کہا، "سفر کی نماز قرآن مجید میں نہیں ہے!" تو انہوں نے فرمایا:

"إِنَّ اللّٰهَ بَعَثَ مُحَمَّدًا وَلَا نَعْلَمُ شَيْئًا وَإِنَّمَا نَفْعَلُ كَمَا رَأَيْنَاهُ يَفْعَلُ"

"اللہ نے محمدؐ کو مبعوث کیا ہے اور ہم کچھ نہیں جانتے تھے، ہم اسی طرح کریں گے جیسے آنحضرتؐ کو کرتے دیکھا ہے"

دوسری روایت میں ہے:

"بِهٰذَا ضَلَلْتُمْ أُحَدِّثُكُمْ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَتُحَدِّثُونِي عَنْ أَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ"[2]

"تمہاری گمراہی کی یہی وجہ ہے کہ میں تمہیں آنحضرتؐ کے فرامین بتاتا ہوں اور تم مجھے حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کی باتیں سناتے ہو!"

صحابہ کرامؓ، آں حضرتؐ کے ہر عمل پر عمل ضروری سمجھتے تھے۔ حضرت عمر فاروقؓ نے ایک دفعہ حجر اسود کو چومنے کے موقع پر فرمایا:

"إِنِّي لَأَعْلَمُ أَنَّكَ حَجَرٌ لَا تَضُرُّ وَلَا تَنْفَعُ وَلَوْلَا أَنِّي رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ يُقَبِّلُكَ مَا قَبَّلْتُكَ"[3]

---

[1] جامع الترمذی مع تحفۃ الاحوذی جلد ۲ ص ۸۲، باب ما جاء فی التمتع [2] طحاوی، ج ۱، ص ۳۹۸ [3] بخاری، جامع الصحیح جلد اول ص ۲۱۷۔

"میں خوب جانتا ہوں کہ تو ایک پتھر ہے، جو نہ نقصان دے سکتا ہے اور نہ نفع پہنچا سکتا ہے، اگر میں نے آنحضرتؐ کو تجھے چومتے نہ دیکھا ہوتا تو میں تجھے نہ چومتا۔"[1]

پیغمبر علیہ السلام کی کسی بات کی بھی ذرا سی مخالفت ان کے لیے ناقابلِ برداشت تھی۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا، آں حضرتؐ نے فرمایا ہے "عورتوں کو مسجدوں میں آنے سے نہ روکو" تو ان کے بیٹے نے کہا "وَاللهِ لَنَمْنَعُهُنَّ" "خدا کی قسم، ہم روکیں گے" تو حضرت عبداللہ بن عمرؓ بہت غصہ میں آ گئے اور فرمانے لگے:

"أُحَدِّثُكَ عَنْ رَسُولِ اللهِ وَتَقُولُ لَا۔"

"میں تمہیں آنحضرتؐ کی بات سناتا ہوں اور تم انکار کرتے ہو۔"[1]

تابعینؒ اور دیگر ائمہ کا طرزِ عمل:

صحابہ کرامؓ کے بعد امتِ مسلمہ میں تابعین کا درجہ ہے۔ سید التابعین حضرت امام شعبیؒ، جن کی تعریف میں خود شہاب صاحب رطب اللسان ہیں اور جنھوں نے ۵۰۰ صحابہ کرامؓ سے ملاقات کی ہے، نے فرمایا:

"مَا حَدَّثُوكَ عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَخُذْ بِهِ وَمَا قَالُوا بِرَأْيِهِمْ فَأَلْقِهِ فِي الْحَشِّ۔"[2]

"یہ جو کچھ رسول اللہ سے بیان کریں اس کو لے لو لیکن جو بات یہ لوگ اپنی مرضی سے کہیں اس کو غلاظت میں پھینک دو۔"

امامِ اہل المدینہ مالک بن انسؒ نے فرمایا:

"محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ ہر شخص کی کچھ باتیں لی جا سکتی ہیں اور کچھ رد کی جا سکتی ہیں۔"[3]

حضرت امام ابو حنیفہؒ نے فرمایا:

"لَوْلَا السُّنَّةُ مَا فَهِمَ أَحَدٌ مِنَّا الْقُرْآنَ"[4]

---

[1] صحیح مسلم - الجامع الصحیح جلد اول ص ۲۰۴ [2] تذکرۃ الحفاظ جلد ۱ ص ۷۹ (امام ذہبی) بحوالہ "ارکانِ اسلام" ص ۲۱۸ (خالد گھرجاکھی) (ز) دارمی جلد ۱ ص ۶۷ [3] عقد الجید ص (شاہ ولی اللہ) [4] قواعد التحدیث بحوالہ مقدمۃ المیزان للشعرانی ص ۶۲)

"اگر سنتِ نبوی نہ ہوتی تو ہم میں سے کوئی بھی قرآنِ کریم نہ سمجھ سکتا۔"

حضرت امام شافعیؒ نے فرمایا:

"تمام مسلمانوں کا اس بات پر اتفاق ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کا پتہ چل جائے تو پھر اس بات کی گنجائش باقی نہیں رہتی کہ کسی کے قول کی بناء پر اسے ترک کر دیا جائے۔" [1]

حضرت امام احمد بن حنبلؒ کا یہ قول ہے:

"مَنْ رَدَّ حَدِيْثَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ عَلٰى شَفَا هَلَكَةٍ۔" [2]

"جس نے آنحضرتؐ کی حدیث رد کی، وہ ہلاکت کے کنارے پہنچ گیا۔"

امام ابن حزمؒ، جو پروفیسر موصوف کے ممدوح ہیں، نے فرمایا:

"لَا يَحِلُّ لِاَحَدٍ اَنْ يَّاْخُذَ قَوْلَ اَحَدٍ غَيْرَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِلَا بُرْهَانٍ۔" [3]

"کسی شخص کو یہ لائق نہیں کہ وہ آں حضرتؐ کی ذات کے علاوہ کسی شخص کی بات دلیل (قرآن وسنت) کے بغیر قبول کرے۔"

ان قرآنی آیات، احادیثِ نبویہ، اقوالِ صحابہؓ و تابعینؒ اور اقوالِ ائمہؒ سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان سنتِ نبوی (علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) پر عمل کرنے سے ہی دینِ حنیف پر صحیح طور پر عمل کر سکتا ہے اور حدیثِ نبویؐ کو چھوڑ کر کوئی کامیابی نہیں ہو سکتی۔ صحابہ کرامؓ ہر کام میں رسول اللہؐ کے اسوۂ حسنہ کی پیروی کی انتہائی کوشش کرتے تھے۔ لیکن اگر بفرضِ محال ان کا کوئی کام ہمیں حدیثِ نبویؐ کے مطابق نظر نہ آئے تو ہم سوئے فہم کی وجہ سے انہیں مطعون نہیں کر سکتے۔ البتہ ایسے امور میں خود ان کی پیروی کرنے کے پابند نہیں ہیں۔ کیونکہ یہ صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام ہے کہ ان کی ہر بات سند کی حیثیت رکھتی ہے۔ یہ بات

[1] اصول الاحکام ج ۶ ص ۱۳۵ (ابن حزم)

[2] اعلام الموقعین ج ۲ ص ۳۶۱

[3] الیواقیت والجواہر

نہ اس بات کی دلیل ہے کہ صحابہؓ کا عمل بعد میں معیارِ حق نہ رہا (جیسا کہ صاحبِ مضمون نے لکھا ہے) اور نہ اس سے یہ نتیجہ نکالا جا سکتا ہے کہ بعض صحابہؓ کے بعض اعمال کی پیروی نہ کرنا دین میں کسی نقص کا سبب ہے۔ آنحضرتؐ کی قبرِ مبارک کی طرف اشارہ کر کے کسی شاعر نے ٹھیک کہا تھا ؎

ادب گاہیست زیرِ آسماں از عرش نازک تر
نفس گم کردہ می آید جنید و بایزید اینجا

موضوع حدیث سے استدلال:

احادیثِ نبویہ پر اعتراض کرنے والوں کی عجیب حالت ہے کہ جب احادیث کو رد کرنا ہو تو تمام مسلمانوں کی رائے کے خلاف صحیح احادیث کو ضعیف اور موضوع قرار دے دیتے ہیں۔ لیکن جب اپنا مطلب نکالنا چاہتے ہیں تو موضوع اور ضعیف احادیث کو دلیل کے طور پر پیش کرنے سے نہیں چوکتے۔ بلکہ سنتِ نبویؐ کے سامنے بھی ضعیف اقوال کو پیش کر دیتے ہیں۔ یہی کردار اس مضمون میں ادا کیا گیا ہے۔ قربانی کی صحیح احادیث کو ضعیف قرار دے کر ان کے مقابلے میں کمزور اقوال کو بنیاد بنایا گیا ہے اور اپنا مطلب نکالنے کے لیے امام مالکؒ کی موطا کو چھوڑ کر ان کے قول کا "نیل الاوطار" سے حوالہ دیتے ہیں جو کہ درجہ بندی کے لحاظ سے موطا امام مالکؒ سے بہت ہی نچلے درجے کی کتاب ہے۔ انہوں نے اپنے مضمون کی ابتداء ایک موضوع حدیث سے کی ہے اور اسی کو بنیاد بنا کر احادیثِ نبویہ کے جانچنے کا معیار قرار دیا ہے۔

یہ حدیث ملاحظہ ہو:

"میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں، ان میں سے ہر ایک کی پیروی درست راستہ کی طرف ہو گی!" (پروفیسر صاحب نے ترجمہ اسی طرح کیا ہے)

یہ حدیث مختلف چھ روایات سے وارد ہے لیکن یہ کسی لحاظ سے ... بھی محدثین کے معیار پر پوری نہیں اترتی۔ ابن عبدالبر نے لکھا ہے، "یہ کلام نبیؐ سے صحیح ثابت نہیں" [1]

---

[1] جامع بیان العلم وفضلہ ج ۲ ص ۹۰ (حافظ یوسف بن عبدالبر)

علامہ علی قاری نے لکھا ہے:

"وَقَدْ ذَكَرَهُ ابْنُ حَجَرٍ وَذَكَرَ أَنَّهُ ضَعِيفٌ وَاهٍ بَلْ ذُكِرَ عَنِ ابْنِ حَزْمٍ أَنَّهُ مَوْضُوعٌ بَاطِلٌ"۔ [1]

"ابن حجرؒ نے اس کو ذکر کر کے بہت ضعیف قرار دیا ہے، ابن حزمؒ سے یہ روایت کیا گیا ہے کہ یہ موضوع ہے اور باطل ہے" امام ذہبیؒ نے بھی اس کے رجال پر تنقید کی ہے [2] اس حدیث کو محدثین نے موضوعات کی کتابوں میں درج کیا ہے۔ ابن عراقیؒ نے اس کو اپنی کتاب "تنزیہ الشریعۃ المرفوعۃ عن اخبار الشنیعہ" جلد ۱ ص ۱۱۹ پر درج کیا ہے۔ امام سیوطیؒ نے اس کو "اللآلی المصنوعہ فی الاحادیث المرفوعۃ" ص ۲۰۹ پر درج کیا ہے۔ ابن عبدالبرؒ نے اس روایت کو دوسری سند سے یوں بیان کیا ہے:

"سلام بن سلیمان حارث بن غصین، اعمش اور ابوسفیان اور آگے حضرت جابرؓ، آنحضرتؐ سے مرفوعاً روایت کرتے ہیں، "أَصْحَابِي كَالنُّجُومِ بِأَيِّهِمُ اقْتَدَيْتُمُ اهْتَدَيْتُمْ"۔ [3]

"میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں، ان میں سے جن کی اقتداء (پیروی) کرو گے ہدایت پا جاؤ گے"۔

ابن عبدالبرؒ نے آگے خود اس پر تبصرہ کرتے ہوئے فرمایا ہے، "اس سند سے دلیل نہیں لی جا سکتی۔ کیونکہ حارث بن غصین مجہول ہے"۔ ابن حزمؒ نے لکھا ہے، "ابوسفیان ضعیف ہے۔ سلام بن سلیمان موضوع احادیث روایت کرتا ہے اور یہ روایت بھی بلاشبہ انہی میں سے ہے"۔ [4] حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے تہذیب التہذیب جلد ۴ ص ۲۸۱ پر سلام بن سلیمان پر بہت بحث کی ہے کہ محدثین کے نزدیک یہ متروک راوی ہے۔ دیگر تمام اسناد سے بھی یہ روایت مجروح ہے۔ دورِ جدید کے عظیم محدث ناصر الدین البانی نے اس حدیث کو موضوع قرار دیا ہے [5] جب اس موضوع حدیث سے استشہاد ہی درست نہ ہوا تو استدلال کی پوری عمارت از خود زمین پر آ رہتی ہے۔

---

[1] مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ج ۱۱ ص ۲۸۰ (علی بن سلطان محمد القاری) [2] میزان الاعتدال ج ۲ ص ۴۰۵ (امام ذہبی) [3] جامع البیان العلم جلد ۲ ص ۹۰ (حافظ یوسف بن عبدالبر) [4] الاحکام فی الاصول الاحکام ج ۶ ص ۸۱۰ (ابن حزم اندلسی تعلیق احمد شاکر) [5] سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ والموضوعۃ ص ۷۸، حدیث ۵۸ (ناصر الدین البانی)

مسئلہ اعتکاف کی حقیقت:

جہاں تک امام مالکؒ کے اس قول کا تعلق ہے "کہ اعتکاف آنحضرتؐ کا خاصہ تھا اور صحابہ کرامؓ میں سے کسی نے بھی اعتکاف نہیں کیا"۔ اس کا غلط ہونا قرآنِ مجید سے ثابت ہے۔ ارشادِ ربانی ہے:

"وَلَا تُبَاشِرُوهُنَّ وَأَنْتُمْ عٰكِفُونَ فِي الْمَسٰجِدِ" [1]

"تم ان عورتوں سے مباشرت نہ کرو جبکہ مسجدوں میں اعتکاف کی حالت میں ہو"

اگر یہ آنحضرتؐ کا خاصہ تھا تو یہاں جمع کا صیغہ استعمال کرنے کی کیا ضرورت تھی؟ قرآنِ مجید کی اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کرامؓ اعتکاف کرتے تھے۔ کیونکہ قرآنِ مجید کے اولین مخاطب وہی تھے۔ صحیح احادیث سے ثابت ہے کہ صحابہ کرامؓ آنحضرتؐ کی موجودگی میں اعتکاف کرتے رہے اور بعد میں بھی انہوں نے اعتکاف کیا۔ حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے:

"اِعْتَكَفْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ" [2]

"ہم نے آنحضرتؐ کے ساتھ اعتکاف کیا"

اسی طرح ام المومنین حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں:

"حَتّٰى تَوَفَّاهُ اللّٰهُ ثُمَّ اعْتَكَفَ اَزْوَاجُهٗ مِنْ بَعْدِهٖ" [3]

"یہاں تک کہ آنحضرتؐ نے انتقال فرمایا تو پھر آپؐ کے بعد آپؐ کی ازواج مطہراتؓ نے اعتکاف کیا"

اس روایت سے نہ صرف صحابہ کرامؓ بلکہ صحابیاتؓ کا اعتکاف بھی آنحضرتؐ کے بعد ثابت ہوا۔ صحیح بخاری جیسی معتبر کتاب میں یہ روایات موجود ہیں کہ صحابہ کرامؓ اعتکاف کیا کرتے تھے۔ لیکن پروفیسر صاحب موصوف کی "تحقیق کی داد" دیجئے کہ انہوں نے کس قدر جرأت سے لکھ دیا کہ آں حضرتؐ کے بعد کسی صحابیؓ نے اعتکاف نہیں کیا۔ حضرت ابن عباسؓ کے اعتکاف بیٹھنے اور پھر ایک مسلمان بھائی کی حاجت براری

---

[1] البقرة: ۱۸۷ [2] صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۷۱ [3] ایضاً

کے لیے مسجد سے باہر نکلنے کا ذکر طبرانی، بیہقی اور مستدرک حاکم جیسی احادیث کی کتابوں میں موجود ہے۔ خود امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب موطا میں اعتکاف سے متعلقہ احادیث درج کی ہیں۔ ان میں سے ایک حضرت عائشہ رضؓ کے اعتکاف کے متعلق بھی ہے[1] موطا ہی میں ہے کہ انہوں (امام مالکؒ) نے امام ابن شہاب زہری سے سوال کیا کہ کیا معتکف کسی خاص حاجت کے لیے کسی چھت کے نیچے جا سکتا ہے؟" تو انہوں نے فرمایا:

"لَا بَاسَ بِذٰلِكَ"[2]

"اس کا کوئی حرج نہیں"

امام مالکؒ کے اس مسئلہ پوچھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ خود اعتکاف کے قائل تھے۔ اگر وہ اس کو آنحضرتؐ کا خاصہ سمجھتے تو انہیں سوال کرنے کی ضرورت ہی نہ تھی۔ امام نوویؒ نے صحیح مسلم کی احادیث کے بعد ان پر اس طرح سے تبصرہ کیا ہے:

"مَعْنٰى هٰذِهِ الْاَحَادِيْثِ اَنَّ الْاِعْتِكَافَ لَا يَصِحُّ اِلَّا فِي الْمَسْجِدِ لِاَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَزْوَاجَهٗ وَاَصْحَابَهٗ اِنَّمَا اعْتَكَفُوْا فِي الْمَسْجِدِ"[3]

کہ "ان احادیث کا مطلب یہ ہے کہ اعتکاف مسجد کے علاوہ درست نہ ہو گا، کیونکہ آنحضرتؐ، آپؐ کی ازواج مطہراتؓ اور صحابہ کرامؓ مسجد میں اعتکاف بیٹھتے تھے۔"

اعتکاف کا مسئلہ کتب احادیث میں ضمنی طور پر بیان نہیں ہوا بلکہ اس کے متعلق الگ باب قائم کیے گئے ہیں، جن میں اس مسئلہ کی پوری وضاحت اور صراحت موجود ہے۔ مندرجہ بالا صحیح بخاری اور موطا امام مالک سے پیش کی گئی احادیث پر کوئی اعتراض ہو تو پیش کیا جائے، وگرنہ ان معتبر روایات کی موجودگی میں "نیل الاوطار" میں سے پیش کیے گئے امام مالکؒ کے قول سے ان احادیث کے خلاف استدلال کرنا محض لاعلمی کی دلیل ہے۔

---

[1] موطا امام مالکؒ ص ۲۶۱ کتاب الاعتکاف [2] ایضاً [3] حاشیہ مسلم ج۱ ص ۳۹۱ (شرف الدین نووی)

اعتکاف کے خاصہ نبوی ہونے کے متعلق آنحضرتؐ نے خود کوئی ارشاد نہیں فرمایا، جبکہ صیامِ وصال کے متعلق آپؐ نے خود فرمایا:

"اِنِّیْ لَسْتُ کَہَیْئَتِکُمْ اِنِّیْ یُطْعِمُنِیْ رَبِّیْ وَیَسْقِیْنِیْ"[1]

"میں تمہاری طرح نہیں ہوں، میرا رب مجھے کھلاتا اور پلاتا ہے۔"

یہ حدیث صیامِ وصال کے خاصہ نبویؐ ہونے کی صریح دلیل ہے۔ جبکہ اعتکاف کے متعلق آنحضرتؐ نے کبھی ایسا نہیں فرمایا۔ مولف مضمون، صحابہ کرامؓ کے عمل کو شریعت میں ضروری قرار دیتے ہیں۔ لیکن عقیقہ کے مسئلہ میں ان کی نظر اس طرف نہیں گئی جیسا کہ ۲۲ نومبر ۱۹۸۱ء کے روزنامہ "جنگ" میں ان کے مضمون سے ظاہر ہے۔ حالانکہ جلیل القدر صحابی حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور عروہ بن زبیر تابعیؒ اپنی اولاد کا عقیقہ کرتے تھے۔[2]

تعلیق المجد حاشیہ موطا امام محمدؒ میں لکھا ہے، "آنحضرتؐ کی وفات کے بعد صحابہؓ عقیقہ کرتے تھے۔" ان کے ممدوح امام حزمؒ عقیقہ کو فرض قرار دیتے ہیں۔

(جاری ہے)

[1] بخاری ج ۱ ص ۲۶۳ [2] موطا امام مالکؒ

دعائے مغفرت: ہم چار بھائیوں میں سے چھوٹے بھائی فضل کریم صاحب کئی سال ضیق النفس میں مبتلا رہ کر ۲۶ مارچ ۱۹۸۴ء کو وفات پا گئے، موصوف نہایت صابر و شاکر تھے۔ سخت تکلیف کی حالت میں بھی زندگی بھر حرفِ شکایت زبان پر نہیں لاتے، وبائے بے پردگی اور کثرتِ فواحش پر سخت رنجیدہ رہتے۔ نفاذِ شریعت کے لیے خود بھی دعا کیا کرتے اور احباب سے بھی استدعا کیا کرتے تھے، آخری نماز کربناک حالت میں بسترِ علالت پر ادا کر کے دنیائے فانی سے عالمِ جاوداں کی طرف سفر کر گئے، قارئین کرام سے استدعا ہے کہ متوفی کے لیے خلوصِ دل سے دعا فرما کر شکریہ کا موقع دیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی خطائیں معاف فرمائے انہیں اپنے لازوال انعام و اکرام سے نوازے اور ہمیں صبرِ جمیل کے ساتھ حدیث پاک "کَفٰی بِالْمَوْتِ وَاعِظًا" کے مفہوم کو کماحقہ سمجھنے اور اس پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

(راضی برضائے الٰہی عبدالرحمٰن عاجزؔ۔ مالیر کوٹلوی۔ فیصل آباد)